

احباب جماعت روزہ رکھنے اور روزہ کا معیار بڑھانے کی

طرف توجہ کریں نیز فدیہ اور لیلۃ القدر کی لطیف تشریح

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ مئی ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كَتَبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كَتَبَ عَلَى
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۴﴾ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ
أُخْرٍ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ
فَمَنْ تَصَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۵﴾

(البقرہ: ۱۸۴-۱۸۵)

اور پھر فرمایا:

رمضان مبارک کا مقدس مہینہ اپنے اختتام کے آخری مراحل میں داخل ہو رہا ہے اور آج

اکیسواں (۲۱) روزہ ہے۔

جماعت کو میں کچھ عرصہ سے عبادت کا حق ادا کرنے کی طرف متوجہ کر رہا ہوں۔ کمیت کے

لحاظ سے بھی اور کیفیت کے لحاظ سے بھی۔ اس لحاظ سے بھی کہ عبادت کا معیار تعداد میں بھی بڑھایا

جائے اور اس لحاظ سے بھی کہ عبادت کا معیار اس کے روح اور معنی کے لحاظ سے اس کے مرتبہ کے لحاظ

سے بھی بڑھایا جائے۔

گزشتہ چند دن پہلے ایک صاحب نے میری توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ جماعت احمدیہ میں جب لفظ عبادت بولا جاتا ہے تو ذہن معاً نمازوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہیں ٹھہر جاتا ہے اور نمازوں سے آگے بڑھ کر جو عبادت کا مفہوم ہے اس کی طرف عموماً ذہن منتقل نہیں ہوتے۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ ان خطبات کے نتیجے میں، اللہ کے فضل کے ساتھ کہنا چاہئے، بکثرت لوگوں کی توجہ یعنی ان احمدی دوستوں کی توجہ یعنی جو پہلے نمازوں میں غافل تھے، نمازوں کی طرف ہو گئی ہے اور جو نمازیں ادا کرتے تھے ان کا معیار بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بلند تر ہوا ہے لیکن روزوں کے لحاظ سے جماعت معیار سے ابھی تک بہت گری ہوئی ہے اور توجہ بھی پوری نہیں ہوئی اور کوئی ایسی غیر معمولی تبدیلی دکھائی نہیں دے رہی جس سے ہم اندازہ کر سکیں کہ وہ آپ کے مفہوم کو پوری طرح سمجھ رہے ہیں اور عبادت میں روزوں کو بھی داخل کر رہے ہیں۔ چونکہ اس سے پہلے رمضان کا مہینہ نہیں تھا اس لئے اس غلطی کی نشاندہی کی ہی نہیں جاسکتی تھی۔ اب جب کہ رمضان شریف کا مہینہ آیا ہے تو لکھنے والے نے محسوس کیا کہ اس طرف ابھی نمایاں کمی ہے اور میں نے بھی اپنے عمومی تجربہ پر نگاہ ڈال کر دیکھا تو یہ ان کا توجہ دلانا بالکل برحق تھا۔

جماعت احمدیہ میں روزوں کی طرف بالعموم توجہ کم ہے اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ غیر احمدی علماء نے روزوں پر اتنا زیادہ ضرورت سے بڑھ کر اور اعتدال سے آگے نکل کر زور دیا ہے کہ اس کا رد عمل پایا جاتا ہے اور روزوں کے معاملہ میں چونکہ اتنی سختی نہیں کرنی اس لئے جتنی کرنی چاہئے اس سے بھی گر گئے ہیں۔ اور یہ بہت ہی ایک تکلیف دہ شکل ہے کیونکہ درحقیقت روزہ تو عبادت کا معراج ہے۔ روزہ سب عبادتوں میں افضل ہے۔ اس میں ساری عبادتیں سمٹ جاتی ہیں اور تمام عبادتیں اپنے عروج تک پہنچ کر روزہ کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ اس سے اوپر صرف ایک حج کا مقام ہے اور حج کے بعد روزہ کا مقام آتا ہے، باقی سب عبادتیں ان دونوں کے تابع آتی ہیں۔

پس اس پہلو سے روزوں میں غفلت ایک بہت ہی بڑا نقصان ہے جو جماعت احمدیہ برداشت کر رہی ہے اگر یہ نقصان ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ میرا یہ اندازہ ہے کہ ہمارے خوش حال طبقہ میں یہ کمی زیادہ ہے اور پاکستان سے باہر کی جماعتوں میں یہ کمی زیادہ ہے۔ مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر نئی

نسلوں نے عبادت کے معیار میں ویسے ہی کمزوری دکھائی مگر نمازوں میں نسبتاً کم روزہ میں بہت زیادہ۔ اب جب بار بار تاکید کی گئی تو بڑی خوش کن خبریں ساری دنیا کے ممالک سے آرہی ہیں۔ صرف مغرب سے نہیں، پاکستان ہندوستان سے نہیں بلکہ سب دنیا کے ممالک سے کہ نئی نسلوں میں نمازوں کا معیار خدا کے فضل سے بہت بلند ہوا ہے لیکن روزہ کے متعلق ایسی خوشخبری کسی نے ذکر نہیں کی۔

معلوم یہی ہوتا ہے کہ تجزیہ کرنے والے کی بات درست ہے۔ جب ہم عبادت کا لفظ کہتے ہیں تو سننے والے احمدی بالعموم عبادت سے نمازیں مراد لے کر اسی کو کافی سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ عبادت میں اول حج ہے جو سب سے بڑی عبادت ہے اور پھر روزے ہیں جو حج سے نیچے تمام عبادتوں کا خلاصہ ہیں اور حواسِ خمسہ کی قربانیوں کا نچوڑ ہیں۔ اسی طرح پھر نماز ہے جو مستقل عبادت اور غذا کی طرح ہے مومن کے لئے بلکہ اس پہلو سے مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔

تو روزوں سے متعلق میں آج کچھ کہنا چاہتا ہوں باوجود اس کے کہ اب صرف نو روزے باقی ہیں آج کے بعد پھر بھی رمضان کی برکتوں میں سے جتنا بھی حصہ کسی کو نصیب ہو جائے وہ بھی بہت بڑی غنیمت ہے۔ اور اگر آج کی گزری ہوئی رات لیلۃ القدر نہیں تھی تو پھر لیلۃ القدر بھی ابھی آنے والی ہے۔ جس کی تلاش میں چودہ سو سال سے امت ہمیشہ غیر معمولی توجہ کرتی رہی ہے اور غیر معمولی محنت دکھاتی رہی ہے۔ توجہ جستجو کے لحاظ سے کہ ان آخری دس راتوں میں سے کون سی رات وہ رات ہے اور محنت اس لحاظ سے کہ بعض لوگ راتوں کے اکثر حصہ کو جاگ کر گزارتے ہیں کہ ہمیں بھی لیلۃ القدر کی گھڑی نصیب ہو جائے۔ اس پہلو سے اس بات کا امکان چونکہ موجود ہے کہ بقیہ نو راتوں میں ہی لیلۃ القدر کی رات بھی ہو اس لئے اب بھی اگر توجہ دلائی جائے تو یہ بہت زیادہ تاخیر نہیں ہوئی اور بہت بڑا استفادہ کرنے کا امکان روشن ہے۔

آنحضرت ﷺ روزہ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں مگر اس سے پہلے جو قرآن کریم کی آیات میں نے تلاوت کی تھیں ان کا ترجمہ اور مفہوم آپ کے سامنے پیش کر دوں فرمایا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** کہ اے وہ لوگوں جو ایمان لے آئے ہو تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح

تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم تقویٰ کی باریک راہیں اختیار کرو اور تقویٰ کے اعلیٰ مضامین سمجھو۔ آیَا مَا مَعْدُودَاتٍ یہ تو گنتی کے چند دن ہیں اس لئے ان سے بھاگنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں اور وہ چند دن بھی ایسے ہیں جن میں تمہیں خدا تعالیٰ تمہاری تکلیف کے پیش نظر سہولتیں بھی دیتا جاتا ہے اور استثناء بھی مقرر فرماتا جاتا ہے۔ آیَا مَا مَعْدُودَاتٍ باوجود اس کے کہ گنتی کے چند دن ہیں فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ان چند دنوں میں بھی خدا تعالیٰ اتنی سہولت مہیا فرما رہا ہے کہ تم میں سے جو مریض ہو یا سفر پر ہو اس کے لئے ضروری قرار نہیں دیتا کہ اسی مہینے میں روزے رکھے بلکہ بعد ازاں جس وقت سہولت میسر آئے وہ روزے رکھ سکتا ہے۔ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ ہاں وہ لوگ جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے ان پر ایک مسکین کو روزہ کا فدیہ دینا ضروری ہے۔

یہ جو آیت ہے یہ دو طرح سے ترجمہ کی جاسکتی ہے اَطَاقُ يُطِيقُ کا معنی مثبت میں بھی لیا جاسکتا ہے اور منفی میں بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس باب میں یہ خاص خوبی ہے اور قرآن کریم نے اس ایک لفظ میں دونوں معنی بیان فرمادیئے ہیں اور جو بعد میں آنے والی آیت ہے وہ اس مضمون کو اور زیادہ کھول دیتی ہے۔

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے ان کے لئے فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا کھلانا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو روزہ کی طاقت رکھتے ہیں یاہ، کی ضمیر اگر فدیہ کی طرف لے جائیں تو یہ معنی ہوں گے کہ وہ لوگ جو فدیہ دینے کی طاقت رکھتے ہیں ان کے لئے چھوڑے ہوئے روزے کے بدلے ایک مسکین کا کھانا کھلانا بطور فدیہ مقرر ہو گیا۔ ان دونوں معنوں کو بعد میں آنے والی آیت کے ساتھ ملا کر جب دیکھیں فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ جو شخص طوعی طور پر نیکی اختیار کرے اور نفلی رنگ میں کوئی نیکی کرنا چاہے تو اس کے لئے بہتر ہے۔

اس آیت کے ساتھ ملا کر میں اس پوری آیت کا مضمون یہ سمجھتا ہوں کہ ایک معنی یہ نہیں گے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ کہ وہ لوگ جو روزہ کی طاقت ہی

نہیں رکھتے یعنی رمضان گزرنے کے بعد بھی وہ روزہ نہیں رکھ سکیں گے اور مستقل مجبور ہیں یعنی ساری زندگی پھر وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتے۔ ایسے دائم المریض بھی ہوتے ہیں۔ وَعَلَى الَّذِينَ كَامَعْنِ ہے ان پر فرض ہے کہ وہ ضرور فدیہ دیں اور روزہ نہیں رکھ سکتے تو لازماً اس کے بدلہ فدیہ کے طور پر دیں۔ دوسرا معنی ہے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَہ اور وہ لوگ جو روزہ کی طاقت رکھتے ہیں ان معنوں میں کہ مسافر ہیں ویسے طاقت موجود ہے مگر اللہ نے رخصت دی ہے۔ مریض ہیں مگر عارضی مریض ہیں کل کو خدا تعالیٰ صحت عطا فرمائے تو پھر وہ روزے رکھ سکتے ہیں یا اتنے مریض نہیں ہیں کہ روزہ رکھیں تو جان نکل جائے گی، کچھ نہ کچھ طاقت ضرور رکھتے ہیں۔ اور چونکہ یہ دونوں بعد میں روزے رکھ سکتے ہیں تو ان کے متعلق فرمایا ان کا فدیہ دینا فَمَنْ تَطَوَّعَ کے تابع ہوگا۔ چونکہ روزہ بعد میں رکھ لیں گے اس لئے فدیہ ان کا نقلی کام بن جائے گا۔ اگر وہ نفلاً فدیہ دیں تو ان کے لئے بہت بہتر ہے کہ فدیہ بھی دیں رمضان کے دوران اور روزہ بھی رکھیں رمضان کے بعد جب بھی خدا توفیق دے۔

یہ بہتر اس لئے بن جاتا ہے کہ زندگی کا اعتبار کوئی نہیں جو شخص عارضی مریض ہے یا مسافر ہے اگر روزہ کی تمنا رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ فرض اس کے سر سے اتر جائے یا ویسے روزہ سے محبت رکھتا ہے اور چاہتا ہے لیکن مجبور ہے۔ اس کو چونکہ یقین نہیں ہو سکتا کہ وہ روزوں کے بعد بھی زندہ رہے گا اور اس کو توفیق بھی ملے گی روزے رکھنے کی تو اگر وہ نقلی طور پر احتیاطاً روزہ کا حق فدیہ کے طور پر ادا کر دے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے تاکہ خدا نخواستہ اگر بعد میں اس کی روزہ رکھنے سے پہلے وفات بھی ہو جائے تو کچھ نہ کچھ وہ روزہ کا حق ادا کر کے دنیا سے رخصت ہو رہا ہوگا۔ اس سے روزہ کے مضمون میں اور زیادہ اہمیت آ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ پسند فرماتا ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے بندے اس فریضہ کو ادا کر دیں اور میرے حضور بری الذمہ ہو جائیں۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیطان اور سرکش جن قید کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور کھولا نہیں جاتا۔ دوزخ کا کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رہنے دیا جاتا اور جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کوئی دروازہ بند نہیں رہنے دیا جاتا اور ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے کہ اے نیکی کے طلب گارو! نیکی کی

طرف متوجہ ہو اور اے برائی کارادہ رکھنے والو! برائی سے باز آ جاؤ۔ اللہ بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرنے کا اعلان کرتا ہے اور ہر رات کو ایسا ہی ہوتا رہتا ہے جب تک کہ رمضان کی راتیں گزرنے جائیں۔ (بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر: ۱۷۶۶)

یہاں جو یہ فرمایا گیا کہ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اس سے مراد یہ تو نہیں ہے کہ دنیا میں کسی انسان پر بھی اس وقت اگر وہ مر جائے تو دوزخ حرام ہو جائے گی۔ مراد یہ ہے کہ جو رمضان کو قبول کرتے ہیں اور یہ حذف ہے اس میں، جو لوگ رمضان کو قبول نہ کریں ان کے متعلق یہ سوچنا کہ دوزخ کے دروازے ان پر بند کر دیئے جائیں گے یہ بالکل بے معنی بات ہے بلکہ الٹ اثر ظاہر ہونا چاہئے۔ جو رمضان سے گزر رہا ہو اور اس کے باوجود رمضان کے دوران اس پر دوزخ کے دروازے کھلے رہیں وہ بہت ہی بد قسمت انسان ہوگا۔ (بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر: ۱۷۷۱)

پھر آنحضور ﷺ فرماتے ہیں اور یہ ابو ہریرہؓ کی روایت ہے صحیح بخاری میں کہ روزہ گناہوں کے لئے ڈھال ہے، نہ تو فحش کام کیا جائے اور نہ جہالت کی بات۔ اگر کوئی شخص اس روزہ دار سے جھگڑے یا گالی دے تو روزہ دار اس سے کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔ دوبارہ کہہ دے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں روزے سے ہوں۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔ وہ کھانا پینا اور مرغوبات محض میرے لئے چھوڑتا ہے۔ (اللہ فرماتا ہے یعنی آنحضرت ﷺ کی زبان میں خدا کی طرف منسوب کر کے یہ بات کہی گئی ہے) کہ وہ کھانا پینا اور مرغوبات نفس محض میرے لئے چھوڑتا ہے روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا صلہ دیتا ہوں اور ہر نیکی پر دس گنا ثواب ملتا ہے۔ (بخاری کتاب الصوم حدیث: ۱۷۶۳)

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور یہ حضرت سہلؓ سے روایت ہے یہ بھی صحیح بخاری سے لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام رَیَّان ہے۔ قیامت کے دن اس دروازہ سے بجز روزہ داروں کے اور کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں اور ان کو آگے بلایا جائے گا اور اس دروازہ سے صرف انہی کو داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی۔

(بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر: ۱۷۶۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ بخشے نہ گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ بخشے نہ گئے“
(المعجم الکبیر جلد ۱۹ باب کعب بن عمرہ صفحہ: ۱۲۴)

یہاں رمضان کا وہی مفہوم بیان کیا گیا ہے جو قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں میں نے بیان کیا تھا کہ ہر شخص کے لئے جہنم کے دروازے بند نہیں ہوتے۔ مراد یہ ہے کہ جہنم کے دروازے بند ہونے کا ایک امکان پیدا ہو جاتا ہے اور بڑا ہی بد قسمت ہے وہ شخص جس کے لئے یہ امکان پیدا ہو کہ جہنم کے سب دروازے اس پر بند کر دیئے جائیں اور پھر بھی وہ ایسے اعمال بجا نہ لا سکے جن کے نتیجے میں وہ دروازے بند کئے جاتے ہیں۔

یہ مضمون کہ جہنم کے سب دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں یہ سمجھنے کے لائق ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا رمضان کا تعلق یا روزہ کا تعلق حواسِ خمسہ سے ہے اور کوئی ایک بھی انسانی حواس نہیں ہے جو روزہ سے متاثر نہیں ہوتا اور ہر ایک کے اوپر لگام آ جاتی ہے، ہر ایک انسانی تمنا کے اوپر ایک پابندی عائد ہو جاتی ہے۔ اس لئے خالصتاً سارے کا سارا انسان خدا کے حضور کچھ قربانی کر رہا ہوتا ہے چونکہ جہنم کے دروازے دراصل حواسِ خمسہ کے دروازے ہی ہیں۔ جب حس آزاد ہوتی ہے اور گناہ کی مرتکب ہوتی ہے تو حس کے دروازہ سے انسان جہنم میں داخل ہوتا ہے۔ جب مزہ آزاد ہوتا ہے اور ایسی چیز کی لذت حاصل کرتا ہے جو خدا نے اس پر حرام کر دی ہے تو مزہ کے دروازے سے انسان جہنم میں داخل ہو رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح نظر آزاد ہو جاتی ہے، اسی طرح زبان آزاد ہو جاتی ہے، اسی طرح کان آزاد ہو جاتے ہیں، اسی طرح دیگر حواس ہیں۔ تو جہنم کے دروازوں سے مراد تو یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہاں کوئی گیٹ لگے ہوئے ہیں جو مادی لحاظ سے دروازے ہیں اور ان کو بند کیا جاتا ہے یا ان کو کھولا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسانی حسیں ہی ہیں چونکہ پانچ حسیں انسان کی ایسی ہیں جن سے لذت یا بانی ممکن ہے خدا کی مرضی کے مطابق بھی اور خدا کی مرضی کو چھوڑ کر بھی۔ گیٹ کریش (Crash) کر کے بھی انسان لذت حاصل کر سکتا ہے اور خدا کی رضا کے تابع رہ کر بھی لذت حاصل کر سکتا ہے۔

پس رمضان میں دروازے بند کرنے سے مراد یہ ہے کہ مومن اپنے اوپر یہ سارے دروازے بند کر لیتے ہیں جن رستوں سے ان کے جہنم میں جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ اور بڑا ہی بد قسمت انسان ہے وہ جس کو خدا تعالیٰ نے یہ موقع مہیا فرمایا ہو کہ اس کے سارے دروازے خدا کی رضا کی خاطر بند ہو جائیں یعنی جہنم میں جانے والے اور پھر بھی وہ زبردستی گیٹ توڑ کر جہنم میں داخل ہو جائے۔ اب کھانا پینا جائز ہے اور یہ دروازہ ایسا ہے اگر حدود کے اندر رہ کر انسان کھائے اور پئے اور جو جائز چیزیں ہیں صرف ان سے لذت یا بلی کرے تو یہ جہنم کا دروازہ نہیں بنتا۔ مگر رمضان کے دنوں میں جب روزہ شروع ہوتا ہے اس وقت سے لے کر جب روزہ ختم ہوتا ہے اس وقت تک یہ دروازہ خدا نے بند کر دیا اور ساری حلال چیزیں بھی اس وقت حرام ہو جاتی ہیں۔ تو جو اس دوران گیٹ توڑتا ہے اور بے وجہ ان لذتوں کے حصول کی کوشش کرتا ہے جو خدا نے عام حالات میں جائز رکھیں مگر بعض خاص حالات میں حرام کر دیں اس کی زندگی کے سارے کھانے عملاً حرام ہو جاتے ہیں اور اس طرف لوگ بہت کم توجہ کرتے ہیں گویا وہ ساری زندگی جو کھاتا رہا اس نے ثابت کیا کہ میں حلال کی وجہ سے نہیں کھا رہا تھا، میں نے تو کھانا ہی کھانا تھا۔ خدا نے جب حرام کر دیا تب بھی میں نے کھا کر دکھایا ہے تب، میں کونسا رک گیا ہوں۔ اس لئے یہ دروازہ واقعہً جہنم کے دروازہ بن جاتا ہے۔ اس کی ساری عمر کے کھانے اس کی ساری عمر کے مشروبات اور لذت یا بلی جو منہ کے رستے حاصل کرتا رہا ہے وہ ساری حرام کے زمرہ میں داخل ہو جاتی ہے۔ تو روزہ ترک کرنا ایک بہت ہی بڑا گناہ ہے اور بہت ہی خطرناک کمزوری ہے جو انسان دکھاتا ہے چند دن کی تکلیف سے بچنے کے لئے۔

اس سلسلہ میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جماعت احمدیہ چونکہ بہت زیادہ غلو سے بچنے کی کوشش کرتی رہی ہے ہر میدان میں، اس لئے یہاں غلو سے بچتے بچتے اصل معیار سے بھی گر گئی۔ بعض علاقے ہیں مثلاً صوبہ سرحد میں پٹھانوں کے علاقے ہیں وہاں تو اتنا زیادہ زور دیا جاتا ہے روزہ پر کہ جن پر خدا نے فرض نہیں کیا ان پر بھی فرض کر دیتے ہیں اور بعض دفعہ زبردستی روزہ رکھواتے رکھواتے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں، یعنی یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ بعض مسافر جو بے ہوش ہو جائیں ان کے منہ میں پانی نہیں ڈالتے جب تک پہلے مٹی ڈال کر نہ دیکھیں۔ اگر مٹی خشک نکل آئے تو کہتے ہیں اب اس کو پانی دیا جاسکتا ہے اور اگر مٹی میں ذرا بھی تراوت آ جائے تو سمجھتے ہیں کہ ابھی موقع

نہیں آیا کہ اس کو پانی دیا جائے خواہ اس عرصہ میں اس کی جان نکل جائے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو روزہ رکھوادیتے ہیں اور مریضوں کے لئے بھی کھانا پینا کلیہٴ حرام ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ اگر کوئی انسان پبلک جگہ میں اپنی مجبوری کی خاطر مثلاً ذیابیطس کا مریض ہے اس کی جان نکل رہی ہے کمزوری کی وجہ سے کھاتا ہوا پکڑا جائے گا تو اس کو سنگسار کر دیں گے۔ بجائے اس کے کہ یہ خیال کریں کہ خدا نے اس کو اجازت دی ہے، ہم کون ہوتے ہیں اس اجازت کو چھیننے والے۔ تو نیکی میں اتنا غلو ہے کہ وہ نیکی گناہ بن گئی ہے اور ان کے روزے بھی دراصل بے معنی ہو جاتے ہیں کیونکہ روزہ یا کوئی اور نیکی محض اس بناء پر نیکی بنتے ہیں کہ خدا کی رضا کی خاطر وہ کام کیا جا رہا ہے۔ جب اپنی جہالت کو اور اپنے دل کی سختی کو دوسروں پر ٹھونسا جائے تو وہ رضائے باری تعالیٰ کی حد سے نکل جاتی ہے اور نیکی نہیں رہتی بلکہ ایک بدسرشت کے طور پر انسان سے خود بخود ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے اس قسم کے واقعات تشدد کے دیکھ کر احمدیوں میں جن کو توازن کی طرف بلایا گیا جن کو اسلام کی اصل روح کو قائم رکھنے کی ہدایت بار بار ملی ان میں رد عمل پیدا ہوا اور رد عمل مگر نہایت ہی غلط پیدا ہوا، بجائے اس کے کہ توازن پر قائم رہتے وہ دوسری طرف نکل گئے اور روزے میں حد سے زیادہ نرمی شروع ہو گئی حالانکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ بہت ہی اہم عبادت ہے اور کھانے پینے کے معاملہ میں اپنے نفس کو سختی سے بچالینا ساری عمر کے خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کی ناقدری کرنے کے مترادف ہو جاتا ہے۔ اس لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ مائیں اپنے بچوں پر یہ رحم کرتی ہیں کہ ان کی ابھی عمر نہیں آئی اس لئے روزہ نہ رکھنے دیا جائے اور بعض دفعہ بچے زیادہ شوق دکھاتے ہیں اور مائیں زبردستی روکتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ بچوں پر روزے فرض نہیں مگر بچپن سے ہی جب سے نمازیں شروع کرتے ہیں بچے اگر ان کو روزہ کے آداب نہ بتائے جائیں ان کو روزہ کے نمونے نہ دیئے جائیں یعنی ان کو روزہ کی عادت نہ ڈالی جائے تھوڑی تھوڑی تو ان کے اندر جب وہ بالغ ہوتے ہیں تو پھر روزہ کی اہمیت باقی نہیں رہتی۔

ہمیں تو یاد ہے قادیان کے زمانہ میں جب خدا کے فضل سے روزہ کا معیار بہت بلند تھا اور سوائے مجبوری کے کوئی احمدی روزہ نہیں چھوڑتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت

تھی، صحابہ زندہ تھے، اولین تابعین زندہ تھے جنہوں نے صحابہ سے تربیت حاصل کی تھی اس لئے اس زمانہ میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ احمدی روزہ میں کمزور ہیں اور طریق یہی تھا کہ بچپن سے ہی مائیں گھروں میں تربیت دیتی تھیں اور 9، 10 سال کی عمر سے بچے روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے۔ اور بلوغت سے مراد انگریز کی مقرر کردہ بلوغت نہیں لی جاتی تھی کہ انگریز نے 21 سال کہہ دیا تو 21 سال میں بالغ ہوگا اور 21 سال میں شریعت فرض ہوگی۔ انگریز نے 18 مقرر کر دیئے تو 18 سال کے بعد شریعت فرض ہوگی بلکہ انسانی اصطلاح میں عام عرف عام میں جب بھی انسان بالغ ہوتا تھا وہ پورے روزے رکھنے کی کوشش کرتا تھا اور چونکہ روزہ کی بلوغت کے معاملہ میں کچھ اختلافات فقہاء میں بھی پائے جاتے ہیں اور نشوونما کی عمر کے بچوں کے لئے نسبتاً سہولت بھی دے رہے ہیں بعض فقہاء، اس لئے اس معاملہ میں بھی سختی غیر معمولی نہیں کی جاتی تھی بلکہ جس کو کہتے ہیں Encourage کرنا، حوصلہ افزائی کرنا۔ حوصلہ افزائی کے طور پر کوشش کی جاتی تھی کہ جو بچے بالغ ہو چکے ہیں یعنی 12-13-14 سال کی عمر میں داخل ہو جائیں وہ کوشش کریں کہ وہ زیادہ سے زیادہ رمضان کے روزے رکھیں اور جب وہ پختہ عمر میں پہنچتے تھے یعنی 18-19 سال کی عمر میں تو پھر تو وہ لازماً پورے کے پورے رمضان کے روزے رکھا کرتے تھے۔ اس پہلو سے رفتہ رفتہ خصوصاً تقسیم کے بعد میں نے دیکھا ہے کہ کمزوری آئی ہے۔

دوسری بات رمضان کے روزوں کے سلسلہ میں جو قادیان میں رائج دیکھی اور وہ بہت ہی ضروری اور مفید تھی جس کو میں نے دیکھا ہے کہ بعد میں بہت گھروں میں ترک کر دیا گیا۔ وہ یہ تھی کہ روزہ شروع ہونے سے پہلے بچوں کو اس وقت نہیں اٹھاتے تھے کہ صرف کھانے کا وقت رہ جائے بلکہ لازماً اتنی دیر پہلے اٹھاتے تھے کہ کم سے کم دو چار نوافل بچہ پڑھ لے اور مائیں کھانا نہیں دیتی تھیں بچوں کو جب تک پہلے وہ نفل سے فارغ نہ ہو جائیں۔ سب سے پہلے اٹھ کر وضو کرواتے تھیں اور پھر وہ نوافل پڑھاتی تھیں تاکہ ان کو پتہ لگے کہ اصل روزہ کا مقصد روحانیت حاصل کرنا ہے۔ تہجد پڑھیں، قرآن کریم کی تلاوت کریں پھر وہ کھانے پہ بھی آئیں اور اکثر اوقات *إلا ماشاء اللہ* تہجد کا وقت کھانے کے وقت سے بہت زیادہ ہوتا تھا۔ کھانا تو آخری دس پندرہ منٹ میں بڑی تیزی سے بچے کھا کر فارغ ہو جاتے تھے اور تہجد کے لئے ان کو آدھا گھنٹہ پون گھنٹہ اتنا ضرور مہیا کر دیا جاتا تھا۔

اب جن گھروں میں بچوں کو روزہ رکھنے کی ترغیب بھی دی جاتی ہے ان کو اس سلیقے کے ساتھ نہیں روزہ رکھایا جاتا کہ جو زیادہ اہم چیز ہے اس کی طرف متوجہ ہوں بلکہ آخری منٹوں میں جب کھانے کا وقت ہے ان کو کہہ دیا جاتا ہے آؤ روزہ رکھ لو اور اسی کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے درست ہے کہ اسلام تو ازن کا مذہب ہے، میانہ روی کا مذہب ہے لیکن میانہ روی کا مذہب ہے کم روی کا مذہب تو نہیں۔ میانہ روی اختیار کرو۔ جہاں خدا نے فرض قرار دیا ہے وہاں اس کو فرض سمجھو۔ جہاں فرض نہیں قرار دیا وہاں اس رخصت سے خدا کی خاطر استفادہ کرو۔ یہ نیکی ہے، اس کا نام میانہ روی ہے۔

اس لئے جماعت کو اپنے روزہ کے معیار کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اور روزے رکھوانے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اور روزہ کا معیار بڑھانے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔ معیار میں ایک تو صبح کی تہجد کی نماز ہے، دوسرے روزہ کے دوران کے آداب ہیں۔ روزہ کے دوران لڑائی، جھگڑا، تیز گفتگو، ناجائز حرکات یہ ساری چیزیں بے معنی اور لغو ہو جاتی ہیں مومن کے لئے۔ اور یہ ایک تربیت کا دور ہے۔ جس شخص کو ایک مہینہ یہ تربیت ملتی ہے کہ اس نے اپنی زبان پر قابو رکھنا ہے۔ اس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ مہینہ گزرنے کے بعد بھی زبان پر قابو ہی رکھے گا۔ یہ مراد تو نہیں ہے کہ مہینہ کا انتظار ہو رہا ہے مہینہ ختم ہو تو پھر میں گالیاں شروع کروں۔ جس کو ایک مہینہ ذکر الہی کی عادت پڑ جائے، جس کی زبان تر ہو اللہ کی محبت اور پیار سے، جس کا دل بھرا ہو اللہ کے ذکر سے، ایک مہینہ کے بعد اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ واپس اپنی پرانی گندی عادتوں کی طرف لوٹ جائے گا یہ ایک بالکل لغو اور بے معنی توقع ہے۔ اگر لوٹتا ہے تو پھر وہ روزہ کو سمجھا ہی نہیں اور اس نے روزہ سے فائدہ ہی نہیں اٹھایا۔ یہ تو ویسا ہی ہے کہ ایک مہینہ کسی کو اچھی غذا کھلائی جائے اور وہ انتظار کر رہا ہو کہ مہینہ ختم ہو تو پھر میں دوبارہ گندکھانا شروع کر دوں اور مہینہ ختم ہوتے ہی کہے کہ بہت اچھا شکر ہے اب موقع آ گیا اچھی غذائیں جائیں جنہم میں اب میں گندگی شروع کرتا ہوں۔

تو روزہ تو باقی گیارہ مہینوں کی بھی ضمانت دینے کے لئے آتا ہے۔ باقی گیارہ مہینوں کے بھی آداب سکھانے کے لئے آتا ہے لیکن اس مہینہ میں آداب سکھائے جائیں تو باقی گیارہ مہینے ان آداب کا اثر پڑے ناں۔ اگر صرف بھوک کا نام روزہ ہے تو پھر تو انسان روزہ کی اکثر نیکیوں سے محروم

رہ جائے گا، اکثر فوائد سے محروم رہ جائے گا۔ اس لئے اپنے گھروں کو بقیہ دن جتنے بھی باقی ہیں ان کو آداب کی فیکٹریاں بنا دو۔ اسلامی آداب اور اسلامی اخلاق جو کمزوریاں عام حالات میں بچوں میں پائی جاتی ہیں ان کو دور کرنے کی طرف متوجہ ہو اور روزہ کا واسطہ دے کر آنحضرت ﷺ کے ارشادات بتاتا کر بچوں کو سمجھاؤ کہ تم پہلے زبان سے ایسی بے احتیاطی کر لیا کرتے تھے اب روزہ آ گیا ہے اب بالکل نہیں کرنی۔ اور اسی طرح دیگر امور میں بھی تلاوت کی عادت ڈالنا، ذکر الہی کی عادت ڈالنا، دعاؤں کی عادت ڈالنا، حسن سلوک کی عادت ڈالنا، حقوق کی ادائیگی کی عادت ڈالنا، زبان کو جھوٹ سے کلیتاً پاک کرنے کی عادت ڈالنا، صاف اور سچی بات کی عادت ڈالنا، قول سدید کی عادت ڈالنا، یہ سارے مواقع ہیں روزہ کے لئے۔

پس جب آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جہنم کے سارے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تو ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جنت کے سارے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ تو صرف منفی پہلو نہیں رکھنا بلکہ اس مثبت پہلو پر بھی نظر رکھیں۔ اور یہ دروازے کھولیں گے تو کھلیں گے۔ اگر آپ نے اپنے حواسِ خمسہ میں سے ہر ایک کے لئے اس عرصہ میں نیکی کے دروازے نہ کھولے تو جہنم کے دروازے تو بند کر رہے ہوں گے لیکن بے مقصد اس کے بدلے کوئی نیکی کا دروازہ نہیں کھول رہے ہوں گے۔ پس مراد یہ ہے کہ ہر بدی کے بدلہ ایک خوبی پیدا کرو۔ ہر بد صورتی کے بدلہ ایک حسن پیدا کرو اور تیس (۳۰) دن مسلسل اس جدوجہد میں گزار دو کہ تمہاری بدیاں چھٹ کر پیچھے رہ جائیں اور تمہاری نیکیاں رمضان کی برکت سے بڑھتے بڑھتے نمایاں ہو کر غیر معمولی چمک کے ساتھ آگے بڑھیں اور ہر رمضان جو گزرتا ہے وہ پہلے سے بہتر حالت میں تمہیں پائے۔

یہ مقصد ہے روزے کا اور جماعت احمدیہ کو اس طرف خصوصیت کے ساتھ اب توجہ کرنی چاہئے بلکہ وقت ہے کہ اس کے متعلق جہاد شروع کیا جائے، عالمی پیمانے پر۔ جس طرح عبادت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم باقی سب کو غیر معمولی طور پیچھے چھوڑ گئے ہیں اسی طرح روزہ کے میدان میں بھی انشاء اللہ یہ عہد کر کے اٹھیں کہ ہم نے لازماً باقی سب دنیا کے مسلمان کہلانے والے ہوں یا دوسرے ہوں سب کو پیچھے چھوڑ دینا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روزوں کی طرف جو رجحان تھا وہ آپ کے الفاظ میں

میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

”میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔“ (ملفوظات جلد اول صفحہ: ۴۳۹)

پھر فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ فدیہ کس کے لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا ہی سے طلب کرنی چاہئے“

یہ ایک ایسا لطیف مضمون ہے جو سوائے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آج تک کسی مفسر نے روشن نہیں فرمایا۔ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ بالکل ایک اور رنگ میں اس آیت کا مضمون کھل گیا کہ وہ لوگ جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے لیکن تمنا رکھتے ہیں اور حسرت رکھتے ہیں کاش ہم بھی روزہ رکھ سکیں ان کے لئے ترکیب یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ فدیہ دیں۔ ایک غریب کا پیٹ بھریں، اس کی دعائیں لگیں گی تو اللہ تعالیٰ روزہ کی توفیق بھی عطا فرمائے گا۔ غرضیکہ حصول طاقت کے لئے فدیہ ہے جو اب یہ ہے کہ جن لوگوں کے اندر روزہ رکھنے کی طاقت نہیں وہ بے قرار ہیں ان کو ہم بتاتے ہیں کہ اگر وہ فدیہ ادا کر دیں گے تو خدا تعالیٰ ان کی توفیق کو بڑھا دے گا۔ فرماتے ہیں:

”ہر شے خدا سے ہی طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جاوے اور یہ خدا کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور یہ کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ

ایسے دل کو خدا طاققت بخشے گا“ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ: ۵۶۳)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”جب میں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے (کشف

میں) ملا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلسل ایک دفعہ چھ ماہ کے روزے رکھے اور غذا کم کرتے کرتے یہاں تک کم کر دی کہ آپ فرماتے ہیں کہ عام طاقت کا انسان اگر اس غذا پہ آتا تو مرجاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طاقت عطا فرمائی اور غیب سے اس لحاظ سے بھی رزق عطا فرمایا کہ جس غذا پر عام انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس غذا پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی ماہ تک مجاہدہ فرماتے رہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے عبادت کے حقوق بھی ادا کرتے رہے، اتنی طاقت کے ساتھ رہے۔ تو فرماتے ہیں، جو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں احسانات فرمائے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ انبیاء کا ایک گروہ مجھے ملا:

”اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں

ڈالا ہوا ہے، اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے

واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ

تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے“ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ: ۵۶۳)

اس کی مثال ویسے ہی ہے جیسے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو

کیوں اپنی جان کو ہلاک کر رہا ہے ان لوگوں کے غم میں:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسِكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا

(الکھف: ۷)

بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسْفًا ⑤

پھر فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسِكَ إِلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ⑥

(اشعراء: ۳) اے محمد ﷺ! تو اپنے آپ کو اس غم میں کیوں ہلاک کر رہا ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے

یعنی حضور اکرم ﷺ تو غم میں ہلاک ہو رہے ہیں اور اللہ روک رہا ہے جس کی خاطر ہلاک ہو رہے

ہیں نہیں بس آگے قدم نہیں بڑھانا اتنا ہی بہت ہے اتنا زیادہ غم نہ کر۔ تو جب انسان خدا کی خاطر اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس کو مشقت سے روکتا بھی ہے اور اس پر اس معنی میں بھی اپنے رحم کی تجلی فرماتا ہے۔

پس رمضان کا جتنا بھی وقت باقی ہے اس سے فائدہ اٹھائیں اور یہ نہ ہو کہ آخر پر بہت سے لوگ حسرت سے یہ کہتے ہوئے اس رمضان سے گزریں کہ

ع اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

خدا کی طرف سے روحانی بہار کے دن آئے بھی اور ہم اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

جو لوگ لیلۃ القدر کے خواہاں ہیں اور لیلۃ القدر کی تلاش میں رمضان کی آخری راتوں میں سعی کرنے والے ہیں ان لوگوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ لیلۃ القدر کی جو علامتیں عام طور پر مشہور و معروف ہیں وہ تو ایسی ہیں جو بعض دفعہ اتفاقات سے بھی پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً بجلی کی کڑک ہے، ہلکی ہلکی رحمت کی بارش کا ہونا یا دل کی کیفیات کا کسی خاص وقت میں خاص موج میں آجانا اور اللہ تعالیٰ کی خاص محبت کا محسوس کرنا۔ یہ ساری کیفیات ہیں جو مختلف انسانوں پر مختلف حالتوں میں طاری ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے یقین کے ساتھ آدمی نہیں کہہ سکتا کہ جس تجربہ سے وہ گزرا ہے وہ ضرور لیلۃ القدر کا تجربہ تھا۔ لیکن ایک بات میں آپ کو یقین کے ساتھ بتاتا ہوں اگر وہ آپ کو نصیب ہوگئی تو لازماً آپ کو لیلۃ القدر نصیب ہوگئی۔ اس آخری عشرے میں جب بھی وہ رات آپ کو ملی جس رات آپ نے اپنے گناہوں سے ہمیشہ کے لئے کلیئہ سچی توبہ کر لی اور ایسی توبہ کی کہ پھر آپ لوٹ کر ان گناہوں میں واپس نہیں جائیں گے تو یقین جانیں کہ وہی آپ کے لئے لیلۃ القدر ہے اور وہ ہزار مہینوں سے بہتر رات تھی جو آپ کے اوپر آگئی، اس کے بعد آپ کے لئے کوئی خوف نہیں۔ پھر اولیاء اللہ میں آپ کے داخل ہونے کے دن آنے والے ہیں۔ اس لئے ایسی رات کی تلاش کریں جو گناہوں سے توبہ کی رات بن جائے اور ایسی توبہ کی رات بنے کہ اس کے بعد پھر آپ مڑ کر ان گناہوں کی طرف نہ دیکھیں۔ پھر آپ کی جتنی بھی راتیں آئیں گی آپ کے لئے لیلۃ القدر ہی ہے اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہمیشہ آپ پر نازل ہوتی رہیں گی۔ اس لئے ان دعاؤں کے ساتھ رمضان کا آخری عشرہ گزاریں اور اپنے مظلوم بھائیوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ دعا کریں۔

رمضان کے شروع ہونے سے ایک دو روز پہلے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک رات مجھے بار بار مسلسل اس دعا کی طرف متوجہ فرمایا: رَبِّ كُنْ لِي شَيْءًا خَادِمًا رَبِّ فَاحْفَظْنَا وَانصُرْنَا وَارْحَمْنَا اور یہ نظارہ بار بار میں دیکھتا رہا کہ ابھی کچھ آفات جماعت کے سامنے باقی ہیں ان آفات کو ٹالنے کے لئے میں مختلف دعائیں کرتا ہوں اور کچھ اثر پڑتا ہے اور پھر بھی وہ باقی رہتی ہیں۔ پھر میری توجہ اس طرف مبذول ہوتی ہے کہ رَبِّ كُنْ لِي شَيْءًا خَادِمًا کی دعا کرنی چاہئے اور جب میں یہ دعا کرتا ہوں تو جس طرح تیزاب سے زنگ گھل جاتا ہے یا صبح صادق سے اندھیرے دھل جاتے ہیں اسی طرح وہ آفات بالکل زائل ہو جاتی ہیں ان کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بات صرف اپنے تک محدود رکھنے کے لئے نہیں بلکہ ساری جماعت کو بتانے کی خاطر مجھ پر ظاہر فرمائی ہے۔ اس لئے رمضان کے آخری عشرہ میں خصوصیت کے ساتھ اس دعا کا بھی ورد کریں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ایک موقع پر یہ فرمایا کہ یہ دعا اسم اعظم ہے رَبِّ كُنْ لِي شَيْءًا خَادِمًا رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانصُرْنِي وَارْحَمْنِي اسم اعظم ہے اس سے بڑی اور کوئی دعا نہیں۔ جو ہر کیفیت پر حاوی ہے۔ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ: ۵۶۸)

اس لئے باقی دعاؤں کے علاوہ جو قرآنی دعائیں ہیں، انبیاء کی دعائیں ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعائیں سکھائی ہیں یا جو دل کی کیفیت سے خود بخود پھوٹی ہیں ان کے علاوہ ان کو چھوڑ کر نہیں، اس دعا کی طرف بھی خصوصیت کے ساتھ توجہ کریں۔ خدا کرے ہمیں وہ لیلۃ القدر نصیب ہو جو دائمی صلح کی رات ہے یعنی خدا تعالیٰ کے ساتھ دائمی صلح کی رات ہے اور جس کے نتیجے میں پھر خدا تعالیٰ کے فضلوں کی ہمیشہ کے لئے ضمانت حاصل ہو جاتی ہے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

نماز جمعہ کے معاً بعد مکرمہ محترمہ امۃ العزیز صاحبہ کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔ یہ ہمارے سلسلہ کے ایک مخلص و مبلغ مربی نسیم احمد صاحب شمس کی والدہ تھیں اور ماسٹر محمد عبدالعزیز صاحب چک 245/EB ضلع و ہاڑی کی اہلیہ تھیں۔ نسیم احمد صاحب شمس چونکہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سیرالیون میں ہیں آج کل، اس لئے وہ اپنی والدہ کی بیماری یا وفات میں وہاں نہیں پہنچ سکے۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان کے لئے بھی اور ان کے پس ماندگان کے لئے بھی اور ہمارے اس مبلغ بھائی کے لئے بھی دعا کریں۔ نماز جمعہ کے معاً بعد نماز جنازہ ہوگی۔